جی اُستاد جی

فاروق الرحمن یزدانی
تلمیذ حضرت محدث نور پوری رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے اسلام کو بطور ضابطہ حیات پسند بھی فرمایا ہے اور مقرر بھی کیا ہے کیونکہ دین اسلام میں یہ خوبی ہے کہ یہ اول روز سے ہر انسان کی ہر ہر معاملے میں راہنمائی کرتا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔ وہ معاملہ عبادات کا ہو یا معاملات کا' حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد' موقعہ خوشی کا ہو یا غمی کا' حالات فراوانی والے ہوں یا تنگی والے' مرد ہو یا عورت' بڑا ہو یا چھوٹا' وہ مسئلہ انفرادی ہو یا اجتماعی' اسلام نے زندگی کے ہر لمحہ پر انسان کی راہنمائی کی ہے' یہی وجہ ہے کہ قیامت تک پیش آنے والا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس پر عمل کرنا مشکل ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو جنس بشر سے مبعوث فرمایا تا کہ وہ لوگوں کے سامنے عملی نمونہ پیش کر سکیں' حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد بھی قیامت تک اللہ رب العزت ایسے انسان پیدا کرتا رہے گا جو نبی نہیں ہونگے مگر اللہ کریم کی زمین پر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت ہونگے اور دین اسلام کو اپنی عملی زندگی میں اپنا کر اتمام حجت کریں گے کہ کوئی شخص بھی اسلام کے کسی بھی حکم کے متعلق یہ نہیں کہہ سکے گا کہ یہ حکم تو ناممکن العمل ہے ایسی ہی ہمہ جہت شخصیات میں دور حاضر کی عظیم شخصیت جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم وفضل' تقویٰ پرہیزگاری' سادگی خودداری اور عمل وخلوص' جیسی خوبیوں سے حظ وافر عطا فرمایا تھا اور جو قرآن مجید کی آیت مبارکہ فاتقوا اللہ ما استطعتم کی عملی تصویر تھے جنہیں دنیا مجتہد' فقیہ' شیخ الحدیث' شیخ التفسیر' عالم باعمل' متقی پرہیزگار' ولی اللہ اور محدث نور پوری کے نام سے جانتی مگر پکارتی صرف حافظ عبدالمنان کے اسم گرامی سے تھی' اس لیے کہ شیخ محترم اس سے زیادہ کسی کو کچھ کہنے کی اجازت ہی نہیں دیتے تھے۔ انہوں نے زندگی بھر جس قدر تواضع اختیار کی اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی قدر اپنے بندوں کے دلوں میں محبوب اور بلند کر دیا کہ جس کا مظاہرہ ان کے جنازہ کے موقعہ پر دیکھنے میں آیا۔ علماء کرام کا ایک جم غفیر کہ جو ان کی حیثیت اور مقام ومرتبے سے آشنا تھا وہ تو اپنے قافلے کے سالار کو الوداع کہنے کے لیے تشریف لائے تھے کہ وہ ان کے ساتھی تھے یا پھر انہوں نے شرف تلمذ حاصل کیا تھا اور وہ آج اپنے استاد محترم کے آخری دیدار کے لیے حاضر خدمت تھے مگر وہ بے شمار سادہ سے لوگ جنہوں نے زندگی میں کبھی بھی ان سے کسب علم وفیض حاصل کرنا تو درکنار شاید انہوں نے کبھی کوئی مسئلہ بھی نہ پوچھا ہو۔ وہ کبھی ان کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل نہ کر سکے ہوں انہیں کبھی اُن سے ہم کلام ہونے کا اعزاز

بھی حاصل نہ ہوا ہو مگر آج وہ ادب واحترام کے تمام تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔ عقیدت کے تما
لوازمات کے ساتھ اپنی جماعت کے سرخیل اور قابل فخر انسان اور علم وعمل کے آفتاب کا آخری حق ادا کرنے
لیے دور ونزدیک سے کشاں کشاں چلے آرہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حافظ محدث نور پوری رحمۃ اللہ علیہ
بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا جن کی وجہ سے وہ اپنے ہم عصر علماء میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے حقیقتاً وہ زمی
میں اللہ تعالیٰ کی حجت تھے کہ ان کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس مسئلہ پر عمل کرنا تو ممکن ہی نہیں لہٰذا ا
آیت مبارکہ یا حدیث مبارک پر عمل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ انہوں نے عملی طور پر لوگوں کے سامنے عمل بالکتاب والسنۃ
نکھار کر پیش کیا ہے بس انسان کو لایخافون لومۃ لائم کا مصداق بن جانا چاہیے۔

اللہ وحدہ لاشریک کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس ذات باری تعالیٰ نے اپنے اس فقیر گنہگار اور عاجز بندے
یہ شرف بخشا ہے کہ مجھے اپنے دور کے کبار علماء کرام سے کسب فیض کا موقعہ ملا ہے جن کو فقہاء عظام' مجتہدین کرا
کے بلند مقام ومرتبہ کے حامل ذی وقار لوگوں میں شامل کیا جاتا ہے کے سامنے گھٹنے ٹیک کر پڑھنے کی سعادت
حاصل ہوئی میری مراد شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی حفظہ اللہ' شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ امجد چھتوی حفظہ ا
شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ' شیخ الحدیث حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ' شیخ الحدیث حا
عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ' شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری حفظہ اللہ' شیخ التفسیر مولانا محمد رفیق سلفی حفظہ اللہ' شیخ الحدیث
حافظ محمد عباس انجم گوندلوی حفظہ اللہ' شیخ الحدیث مولانا حفیظ الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ' شیخ الحدیث حافظ عبدالشکور مد
حفظہ اللہ وغیرہ سے ہے۔ ان مشائخ عظام میں سے آج حضرت محدث نور پوری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ مقصود
ایک شاگرد ہونے کے ناطے جو صفات اور خوبیاں خصوصی طور پر میں نے محسوس کیں ان کا بالاختصار ایک اجمالی
تذکرہ کیا جاتا ہے شاید اس انداز سے کوئی صاحب قلم اس کی تفصیل بیان کردیں۔

وماذالک علی اللہ بعزیز

تمسک بالکتا والسنۃ. حضرت حافظ صاحب مرحوم نے اپنی پوری زندگی میں کوشش کی کہ وہ ہر
معاملے میں قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں زندگی بسر کریں۔ حجامت' وضع قطع' کھانا
عبادات' معاملات' بول چال' حتی کہ اٹھنے بیٹھنے کے انداز بھی وہ کتاب وسنت کی روشنی میں اپناتے اور اس پر نا صر
کہ وہ خود سختی سے عمل کرتے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی تلقین کرتے اور حتی الوسع اس پر عمل بھی کراتے اور اس کے
وہ اپنا تمام تر اثر ورسوخ بروئے کار لاتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین
حافظ صاحب نے زندگی بھر نہ کسی کی غیبت کی اور نہ ہی اپنی موجودگی میں کسی دوسرے کو اس

اجازت دی۔ جو مسئلہ بھی قرآن مجید اور صحیح حدیث سے واضح ہو جاتا اس پر سختی سے عمل کرتے اس سلسلہ میں انہوں نے کبھی مداہنت اختیار نہیں کی۔ مرکزی جامع مسجد اہل حدیث چوک نیائیں گوجرانوالہ میں سالہا سال سے ایک سلسلہ جاری تھا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر ماہ ایک علمی مجلس کا انعقاد کرتے تھے جس میں شہر کا کوئی ایک عالم دین کسی موضوع پر مقالہ پیش کرتا پھر حاضرین مجلس کو اجازت ہوتی کہ وہ موضوع کے متعلق سوالات کریں اور فاضل مقالہ نگاران کے جواب دیتے آخر میں اگر ضرورت محسوس ہوتی تو حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس پر اپنا فاضلانہ تبصرہ بیان کرتے یہ سلسلہ بہت ہی مفید تھا ایک تو علماء کرام کو مختلف مسائل پر بہت سی معلومات حاصل ہو جاتیں اور دوسرا ہر ماہ آپس میں ملاقات ہوتی جو ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی کا بھی سبب بنتی اور باہمی تعارف بھی رہتا۔ اب تو شاید اس نفسانفسی کے دور میں یہ سلسہ بھی منقطع ہو چکا ہے اور شاید اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ کوئی صاحب علم دوسرے کے علمی تفوق کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں یوں تو یہ سلسلہ ہر شہر میں جاری ہونا چاہیے لیکن کم از کم گوجرانوالہ کے علماء کرام کو عموماً اور مشائخ عظام کو خصوصاً اس طرف توجہ دینی چاہیے اور اپنے اسلاف کی روایات کو جاری وساری رکھنا چاہیے۔

بات ہو رہی تھی حضرت محدث نور پوری رحمۃ اللہ علیہ کے عمل بالکتاب والسنہ کی توضمنا یہ بات نوک قلم پر آ گئی اس امید سے قارئین کرام کے سامنے رکھ دی کہ شاید اس صدقہ جاریہ کو باقی رکھنے کی سعادت کوئی بزرگ حاصل کریں ''وما ذالک علی اللہ بعزیز'' اب پھر اس بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔ ایک دفعہ چوک نیائیں گوجرانوالہ میں قراۃ سورۃ فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر شیخ الحدیث مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقالہ رکھا گیا بہت سارے علماء کرام اور عوام الناس مسجد میں موجود تھے جب پروگرام شروع ہوا تو وہاں ویڈیو بنانا شروع کر دی گئی حضرت حافظ صاحب چونکہ اس کو ناجائز سمجھتے تھے لہٰذا انہوں نے اعتراض کیا کہ اس کو بند کر دیا جائے مگر انتظامیہ نیعذر پیش کیا کہ یہ ہماری ضرورت ہے اور ہم حضرت شیخ الحدیث کی یادگار کے طور پر رکھنا چاہتے ہیں تو حضرت حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ تعالیٰ اس مجلس سے اٹھ کر باہر آ گئے اور باہر مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر وہ سارا پروگرام سنا جہاں کیمرہ وغیرہ کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ اسی طرح حافظ صاحب ایسی کسی بھی تقریب میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ جہاں کوئی خلاف شرع کام ہوتا ہو حتی کہ اگر آپ وہاں پہنچ جاتے اور آپ کو کسی غیر شرعی کام کی بھنک پڑ جاتی تو واپس آ جاتے اور وہاں نہ ٹھہرتے۔

حق گوئی

آپ جس بات کو حق سمجھتے اس کا دوٹوک اظہار فرماتے کوئی خوف یا لالچ آپ کو کلمہ حق کہنے سے

نہ روک سکا۔ یہ غالباً 1985ء کے بلدیاتی انتخابات کی بات ہے ان دنوں آپ کی سرفراز کالونی والی مسجد زیر تعمیر تھی آپ چونکہ اس مسجد کے خطیب تھے محلے کا ایک آدمی جو الیکشن لڑ رہا تھا اس نے اس وقت پانچ ہزار روپیہ مسجد کی تعمیر کے لیے دیا تو حافظ صاحب نے اس کی موجودگی میں ہی یہ روپیہ مسجد کے ذمہ داران کے سپرد کر دیا اب وہ آدمی کہنے لگا کہ حافظ صاحب میں الیکشن لڑ رہا ہوں آپ کا محلے دار ہوں ذرا میرا خیال رکھنا اور احباب کو بھی توجہ دلانا حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے میں ان انتخابات کو غلط سمجھتا ہوں اس لیے نہ میں نے ووٹ دینا ہے اور نہ ہی میں نے کسی دوسرے کو کہنا ہے۔ وہ آدمی شرمندہ ہو کر کہنے لگا چلو حافظ صاحب میرے لیے دعا ہی کر دینا حضرت حافظ صاحب فرمانے لگے جس کام کو میں غلط سمجھتا ہوں میں نے اس کے لیے دعا بھی نہیں کرنی اگر تو آپ نے پیسے صرف اس وجہ سے دیئے ہیں تو بے شک واپس لے جائیں۔ یہ ان کی حق گوئی کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اسی طرح ایک مرتبہ حافظ محمد ایوب خالد صاحب آف منڈی جھبراں ضلع شیخوپورہ نے بتایا کہ ایک دفعہ میں اور مولانا محمد صدیق صاحب مدن پوری حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے مولانا صدیق صاحب کا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ یہ مولانا محمد رفیق مدن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں تو حضرت نور پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فوراً فرمانے لگے کہ ان کا تو بیٹا ہی کوئی نہیں تھا میں نے کہاں کہ یہ ان کے متبنی ہیں تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے متبنی کہو بیٹا تو نہ کہو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر منع فرما دیا ہے۔

تقوی و پرہیز گاری

حضرت حافظ صاحب نا صرف کہ قرآن وحدیث پر سختی سے عمل کرتے تھے بلکہ شبہات سے بھی پرہیز فرماتے کیونکہ تقویٰ و پرہیز کی اصل روح یہ ہے کہ انسان شک اور شبے والی چیزوں سے بھی پرہیز کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نعمت سے بھی مالا مال فرمایا تھا۔ جعلی پیروں اور ولیوں کی طرح نہیں کہ ظاہری طور پر ایسی شکل وصورت بنائے رکھنا اور لمبے لمبے رومالوں سے گھونگھٹ نکال کر منہ چھپائے رکھنا لیکن مشتبہ چیزوں سے بچنا تو بڑی بات حلال وحرام کی بھی تمیز نہیں کرتے مگر حضرت حافظ صاحب ایسے نہ تھے۔

(1) میرے بڑی ہی پیارے عزیز اور دوست ہیں مولانا سلیم اعظم بلوچ حفظہ اللہ شیخوپوری بڑے اچھے ماشاءاللہ خطیب ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں زبان وبیان کی خوبیوں سے نوازا ہے ان کی وساطت سے شیخوپورہ کے ایک ساتھی سہیل صاحب سے بھی دوستی قائم ہوئی تو سہیل صاحب نے سول جج کے لیے امتحان دیا بلوچ صاحب فرمانے لگے کہ حضرت حافظ صاحب سے دعا کے لیے کہنا ہے میں نے کہا ٹھیک ہے آپ سہیل صاحب سے کہیں کہ وہ خود

رابطہ کریں اور عرض کر دیں جب حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ کیا گیا تو حافظ صاحب فرمانے لگے کہ میں نے دعا نہیں کرنی کیونکہ آپ نے جج بن کر اگر کوئی غلط فیصلہ کیا تو اس میں میں بھی حصے دار بن جاؤں گا۔ اگر آپ نے شرک اور بدعات کی حمایت کی تو پھر بھی درست نہیں اس لے میں دعا ہی نہیں کرتا سہیل صاحب نے جب اپنا تعارف کروایا اور میرا حوالہ دیا تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے ٹھیک ہے آپ فاروق الرحمٰن سے کہہ دیں وہ مجھ سے رابطہ کر لیں۔ میں نے جب ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے سہیل صاحب کو کامیابی عطاء فرمائی تو انہوں نے شکریہ ادا کرنے کے لیے حافظ صاحب کو فون کیا تو حضرت حافظ صاحب فرمانے لگے کہ دیکھو اپنا عقیدہ درست رکھنا ہے۔ فیصلہ ہمیشہ حق کے مطابق کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے راہنمائی کی دعا کرتے رہنا۔ اس طرح چند ایک دیگر نصیحتیں فرمائیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعہ ان کے کمال تقویٰ پر دلالت کرتا ہے ورنہ آج کتنے علماء کرام ہیں جنہیں معلوم ہوتا ہے کہ فلاں صاحب کا کاروبار سودی ہے یا ذریعہ آمدن حرام ہے اس کے باوجود ان کے لیے ہمہ وقت برکت کی دعائیں کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ کیونکہ ان شخصیت سے ان کے مفاد وابستہ ہوتے ہیں۔ یقیناً حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اک مشعل راہ ہے ہمیں اس سے راہنمائی لینی چاہیے۔

(2) مناظر اسلام قاضی عبدالرشید صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ گوجرانوالہ میں تربیتی مناظرہ تھا قاضی صاحب ایک گمراہ فرقے کے نمائندے کے طور پر حصہ لے رہے تھے انہوں نے حافظ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ہمارے صدر مناظر بن جائیں جب حافظ صاحب نے ان کا موقف معلوم کیا تو فرمانے لگے کہ آپ کا موقف غلط ہے اس لیے میں اس میں آپ کی حمایت نہیں کر سکتا۔ قاضی صاحب عرض کرتے ہیں کہ یہ حقیقی تو نہیں بلکہ صرف ایک تربیتی نشست ہے مگر حافظ صاحب آمادہ و تیار نہ ہوئے بلکہ فرمانے لگے قاضی صاحب! اگر اسی حالت میں موت آ گئی تو میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دونگا۔

تواضع

حضرت محدث نور پوری رحمتہ اللہ علیہ بڑی عاجزی وانکساری کرنے والے تھے لباس ہمیشہ سادہ مگر باوقار اور صاف ستھرا رکھتے عموماً سفید لباس استعمال فرماتے تھے قمیض کے اوپر کبھی جرسی، سویٹر وغیرہ نہیں پہنتے تھے بلکہ سخت سردیوں کے موسم میں قمیض کے نیچے پہن لیتے۔ ہمیشہ نگاہیں جھکا کر سڑک کنارے پہ چلتے صبح گھر سے آتے ہوئے اور چھٹی کے بعد جامعہ سے گھر جاتے ہوئے ان کو کئی بار دیکھا ہے اور وہ منظر آج بھی نگاہوں کے سامنے ہے۔ عام مجلس میں بھی جب تشریف رکھتے تو عموماً خاموش رہتے الا یہ کہ جب کوئی غلط

بات ہوتی تو فوراً ٹوک دیتے۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نمود ونمائش سے بھی ہمیشہ دور رہنے کی کوشش کرتے ان کے عقیدت مند انہیں دروس اور جمعہ کے خطبات کے لیے دعوت دیتے حسب وعدہ وہ تشریف لے جاتے مگران کی سختی کے ساتھ یہ شرط ہوتی تھی کہ اس کے لیے نہ تو اشتہار وغیرہ پر نام کے ساتھ کوئی القاب لکھنے ہیں اور نہ ہی پروگرام کا اعلان کرتے ہوئے کوئی سابقے لاحقے لگانے ہیں۔ ان کے دیگر معمولات کی طرح یہ بھی ان کی زندگی کا حصہ رہا۔ 1996ء میں راقم نے دارالعلوم محمدیہ شیخوپورہ میں سنن نسائی شریف پہلی مرتبہ پڑھائی تو حضرت نورپوری رحمۃ اللہ علیہ سے آخری حدیث پر درس کے لیے عرض کیا کمال محبت وشفقت سے وعدہ فرمایا میں نے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس پروگرام کے اشتہار بنوالیں۔ پہلے تو انکار کیا لیکن بار بار درخواست کرنے سے راضی ہو گئے تو فرمانے لگے اشتہار میں کوئی ایسی ویسی بات نہیں لکھنی میں نے عرض کیا کہ استاد جی آپ صرف اشتہار کی اجازت دے دیں باقی ساری شرائط میرے علم میں ہیں۔ ان شاء اللہ العزیز آپ کی طبیعت کے خلاف کوئی بات نہیں ہوگی۔ چنانچہ حافظ صاحب 24 دسمبر 1996ء 12 شعبان 1417ھ کو تشریف لائے اور بڑا ہی عالمانہ اور فاضلانہ درس ارشاد فرمایا۔ جس میں محدثانہ انداز بھی تھا اور عوامی رنگ بھی اور وہ درس بہت ہی زیادہ مقبول ہوا۔ **فللہ الحمد۔**

اساتذہ کا احترام

اپنے اساتذہ کا ہمیشہ احترام کرتے شیخ الحدیث مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں ان کی چارپائی پہ نہیں بیٹھتے تھے۔ بلکہ احترام سے کھڑے ہو کر ان سے بات چیت کرتے۔ سب سے زیادہ کتابیں شاید شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالحمید ہزاروی صاحب سے پڑھی تھیں۔ ان کا احترام حد درجہ احترام کرتے۔

(1) 21 فروری 2007ء بروز بدھ اس گنہگار عاجز نے غریب خانہ پر اپنے اساتذہ کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کیا دیگر علماء کرام کے علاوہ گوجرانوالہ سے حافظ عبدالمنان نورپوری' مولانا عبدالحمید ہزاروی' مولانا محمد رفیق سلفی' فیصل آباد سے حافظ عبدالعزیز علوی' مولانا محمد یونس بٹ' مفتی عبدالحنان زاہد' چودھری محمد لیٰسین ظفر اور لاہور سے مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب خصوصی طور پر تشریف لائے۔ جس جگہ معزز اساتذہ کرام ومشائخ عظام کے بیٹھنے کا اہتمام کیا گیا تھا وہ جگہ کم پڑ گئی تو دو بھائی پیچھے دوسری لائن میں بیٹھ گئے اور کھانا شروع ہو گیا۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھانے سے جلدی فارغ ہو گئے تو پیچھے ہٹ گئے اور ان دونوں ساتھیوں کو آگے مجلس میں شامل کر دیا۔ جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب اپنے مخصوص لہجے اور انداز میں کہنے لگے ''یہاں عبدالمنان تھا وہ کہاں گیا ہے'' حافظ صاحب نے یہ الفاظ سنے تو اپنا ہاتھ معمولی بلند کر کے فرمانے لگے۔ ''جی

استاد جی' میں یہاں ہی ہوں میں نے جب یہ منظر دیکھا تو ہکا بکا رہ گیا کہ اس قدر اپنے استاد کا احترام ہے باوجود اس مقام و مرتبے کے حامل ہونے کے کہ ان اپنے لاکھوں شاگرد ہیں اور مختلف مقامات پر خدمت دین میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس میں استاد کا احترام تو کیا کیا جانا تھا اس کو اس کے حق سے بھی محروم کیا جا رہا ہے۔ کہ کم از کم اس کا حق ہی ادا کر دیا جاتا۔ مگر یہ وہ واقعہ ہے جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے۔ **اللھم اغفر لھما وارحمھما**

(2) قاری عمر حیات صاحب آف جڑانوالہ نے بیان کیا کہ جب شیخ الحدیث مولانا پیر محمد یعقوب قریشی صاحب رحمہ اللہ علیہ فوت ہوئے تو ان کا پہلا جنازہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں پڑھا گیا۔ (پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس جنازہ میں یہ فقیر بھی حاضر تھا اور اس سے پہلے جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں انہیں کئی سال تک امتحان بھی دیتا رہا اور بھی کئی مواقع پر زیارت کا شرف حاصل رہا۔ (**الحمد لله علی ذالک**) دوسرا جنازہ جامعہ علوم اثریہ جہلم میں پڑھا گیا اور پھر تیسرا جنازہ جہلم کے قریب ان کے آبائی گاؤں میں ہوا اور وہی پر ان کی تدفین ہوئی۔ قاری صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہاں ایک چارپائی پر مولانا عبدالحمید ہزاروی صاحب تشریف فرما ہیں تو ان کی پائنتی کی جانب بالکل چارپائی کے کونے پر حضرت حافظ صاحب معمولی سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مولانا عبدالحمید صاحب پیر صاحب کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں نے سائیکل چلانی پیر یعقوب صاحب سے سیکھی تھی تو حضرت نور پوری صاحب فوراً کہنے لگے پھر تو یہ میرے دادا استاد ہوئے کیونکہ نور پوری صاحب مولانا ہزاروی صاحب کے شاگرد ہیں' اللہ اللہ کس قدر احترام ہے اساتذہ کرام کا کہ اگر استاد محترم کا سائیکل چلانا سکھانے میں کوئی استاد ہے تو اس کو بھی فخر سے اپنا دادا استاد کہہ رہے ہیں۔ آج اگر کوئی طالب علم بڑا مقام و مرتبہ حاصل کرے تو وہ اپنے اساتذہ کا تذکرہ کرنا یا ان کی طرف نسبت کرنا بھی شاید توہین سمجھتا ہے۔

مگر یہ بڑے لوگوں کی باتیں اور ان کا کردار ہے۔ **تقبل الله مساعیھم**

(3) بتاریخ 10 اپریل 2011ء کو میر پور' شاہکوٹ میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں راقم نے اپنے اور اپنے بیٹے حافظ عزیز الرحمٰن کے اساتذہ کرام کو دعوت دی استاذ العلماء مولانا محمد عبداللہ چھتوی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ اور فضیلۃ الشیخ حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ' حافظ محمد شریف صاحب حفظہ اللہ' حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ تعالیٰ سمیت دوسرے تمام اساتذہ کرام بھی شفقت و محبت کرتے ہوئے تشریف لائے جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو تمام مشائخ عظام کی نگاہ حضرت حافظ محدث نور پوری رحمۃ اللہ علیہ پر تھی کہ وہ جماعت کروائیں لیکن حضرت حافظ صاحب نے جلدی سے اقامت کہنا شروع کر دی۔ جو اس بات کا اظہار تھا کہ میں اپنے اساتذہ اور دوسرے

ساتھیوں کی موجودگی میں بحیثیت مقتدی ہی نماز ادا کرنا پسند کروں گا۔ سبحان اللہ کیسے عظیم لوگ تھے کہ یــوثــرون علـى انفسهم کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے بعد والوں کی راہنمائی کرتے ہیں عزت و شرف صرف منصب و عمدہ ہی میں نہیں بلکہ یہ بھی ایک عظمت ہے۔

انداز تدریس

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہمیشہ وقت پر تشریف لاتے ان کی نسبت سے لیٹ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اگر کبھی کسی اشد مجبوری کی وجہ سے کچھ لیٹ آتے تو رجسٹر حاضری پر وہی وقت لکھتے جب ان کی آمد ہوتی اور روانگی کا بھی وقت جامعہ سے جانے کا ہی لکھتے۔ ہماری طرح ہرگز نہ کرتے کہ سارے دن میں اگرچہ آخری پریڈ پڑھانے کے لیے آتے ہیں لیکن حاضری کے لیے سکول ٹائم مکمل تحریر کر دیتے ہیں سبق کے دوران ہمیشہ چوکڑی مار کر بیٹھتے تھے کبھی کلاس میں پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ اگر فارغ ہوتے تو پھر بعض اوقات ایک گھٹنا کھڑا کر لیتے طلبہ آ جاتے تو پڑھانے کے لیے پھر اسی حالت میں بیٹھ جاتے۔ کلاس کے آداب اساتذہ و طلبہ کے لیے انتہائی ضروری ہیں جس قدر ادب و احترام سے بیٹھ کر علم حاصل کیا جائے گا اسی قدر علم میں رسوخ پیدا ہوگا اگر بے ادبی' بے توجہی' بد یا بے دلی سے علم حاصل کرنے کی کوشش کی تو انسان کبھی بھی علم نافع حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لیے اساتذہ کرام کو بھی مسند کے وقار کا خیال رکھنا چاہیے اور طلبہ بھی کلاس کے آداب اور علم کے حصول کا احترام ملحوظ رکھیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ آسانیاں پیدا فرمائیں گے اور انسان عالم باعمل بن سکتا ہے۔ حضرت حافظ صاحب بغیر ضروری حاجت کے سکول ٹائم میں کلاس روم سے باہر نہیں جاتے تھے اگر طلبہ نہ بھی ہوتے تو کلاس میں ہی تشریف رکھتے۔

سبق کے دوران طلبہ بڑے کھلے دل سے سوال کرتے اور حضرت حافظ صاحب ان کے جوابات دیتے کبھی کبھار یہ سوال و جواب بحث کی صورت اختیار کر لیتے تو حافظ صاحب اس وقت تک سبق آگے نہیں پڑھاتے تھے جب تک زیر بحث مسئلہ پر متعلقہ طالب علم کی تسلی اور تشفی نہیں کروا دیتے تھے بلکہ وہ طلبہ یقیناً بخوبی جانتے ہیں جنہیں حضرت حافظ صاحب سے پڑھنے کا موقعہ ملا ہے کہ اگر کوئی طالب علم سوال کرتا تو اسکو مناظرانہ انداز میں الزامی اور دوٹوک جواب دیتے اگر تو وہ طالب علم خاموش ہو جاتا تو حافظ صاحب بھی سمجھتے کہ اس کو اسی قدر ضرورت تھی لیکن اگر کوئی طالب علم بار بار سوال کرتا تو آپ سمجھتے کہ

یہ کچھ حاصل کرنا چاہتا ہے پھر اسکی طرف خصوصی توجہ دیتے جب کوئی اہم بات آتی تو اس کی توجہ دلاتے اگر وہ کوئی سوال یا اعتراض نہ کرتا تو خود سوال پیدا کرتے اس کو بتاتے اور ساتھ جواب بھی سمجھاتے۔

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ استاد ہمیشہ طلبہ کا شوق دیکھ کر ان کے سامنے علم وعرفان کے موتی بکھیرتا ہے۔ایک دفعہ صحیح بخاری کے سبق میں ایک حنفی طالب علم نے اس بات پر اچھی خاصی بحث کی کہ سجدے میں جاتے ہوئے ہاتھ پہلے نہیں رکھنے چاہئیں بلکہ گھٹنے رکھنے چاہئیں مگر حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسے فرماتے کہ نہیں ہاتھ پہلے رکھنے چاہئیں کیونکہ یہ حدیث شریف سے ثابت ہے اس نے کہہ دیا کہ میرا مسئلہ بھی حدیث سے ثابت ہے تو حافظ صاحب فرمانے لگے کہ پڑھو حدیث' وہ کہنے لگا مجھے تو زبانی یاد نہیں۔ حافظ صاحب فرمانے لگے اوپر دیکھ کے پڑھ لو کہنے لگا وہ حدیث معانی الآ ثار میں آتی ہے اور وہ کتاب یہاں نہیں ہے۔(اصل میں وہ بنی اسرائیل کی طرح بہانے بازی کر رہا تھا مگر حافظ صاحب نے اس کو گھر تک پہنچا کر دم لیا۔ اللھم اغفرله وارحمه) حافظ صاحب فرمانے لگے کہ لائبریری سے لے کر آؤ آج یہ مسئلہ حل کر کے چھوڑنا ہے تا کہ آپ کے پاس کوئی عذر نہ رہے وہ کہنے لگا کہ لائبریری اس وقت بند ہے حافظ صاحب فرمانے لگے لائبریرین کو تلاش کرو اور ابھی کتاب لے کر آؤ۔ اتفاقاً کلاس میں حافظ رضاء اللہ رؤف صاحب بھی موجود تھے اس وقت لائبریرین بھی تھے انہوں نے کہا جی میرے پاس چابی ہے میرے ساتھ یہ بھائی آئیں اور جونسی کتاب ان کو چاہیے وہ لے آئیں چنانچہ وہ طالب علم کتاب لایا اور اس نے روایت پڑھی لایبرک احدکم کما یبرک البعیر کہ تم میں سے کوئی آدمی اس طرح نہ بیٹھے جس طرح اونٹ بیٹھتا ہے۔اس سے اس نے استدلال کیا کہ اونٹ پہلے اپنے ہاتھ (اگلے گھٹنے) زمین پر رکھتا ہے لہذا ہمیں نہیں رکھنے چاہئیں۔ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بڑے احسن اور عالمانہ انداز سے سمجھایا کہ اس حدیث سے تو اہلحدیث کا موقف ثابت ہو رہا ہے اور آپ کے حنفی مذہب کی نفی ہو رہی ہے۔ کیونکہ اگر ہاتھ پہلے زمین پر نہیں لگانے تو اونٹ کیساتھ تشبیہ دینے کی کوئی ضرورت ہی نہیں یہ تمثیل تو اس لیے بیان کی کہ زمین پر سجدے کیلئے جھکتے ہوئے ہاتھ ہی پہلے رکھنے ہیں۔

یعنی تمہارے اور اونٹ کے بیٹھنے میں فرق ہونا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ اونٹ اپنے پچھلے گھٹنوں کو جھکاتا نہیں ان میں خم پیدا نہیں کرتا جبکہ تمہارے ہاتھ زمین پر ہوں لیکن ٹانگوں میں خم ہو۔اب اس کو جب تفصیل سے آپ نے سمجھایا تو اس کو سمجھ تو آ گئی لیکن وہ ماننے کے لیے تیار نہ ہوا تو حافظ صاحب فرمانے

لگے کہ آپ کلاس کے دائرے کے درمیان میں آ جائیں میں تجھے عملی طور پر سمجھا دیتا ہوں مگر وہ تو سمجھنا ہی نہیں چاہتا تھا چنانچہ اس کے انکار کی صورت میں ان سطور کے راقم بندہ عاجز نے عرض کی کہ اگر مجھے اجازت ہو تو میں کلاس کے درمیان میں آ جاؤں۔ استاد محترم کی اجازت سے جب میں حاضر ہوا تو تمام طلبہ کے سامنے مجھے سمجھایا اور میں نے اس طرح کر کے دکھا دیا تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام طلبہ کو مخاطب کر کے فرمانے لگے کہ یہ فرق ہے اونٹ کے بیٹھنے اور نمازی کے سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھ پہلے زمین پر رکھنے میں۔

قارئین ذی وقار! اتنا طویل اقتباس میں نے چند وجوہات کی بنا پر ذکر کیا ہے کہ

(1) حضرت حافظ صاحب کے متعلق اگر کسی کو کوئی غلط فہمی ہے کہ شاید آپ طالب علم کو تفصیل سے جواب نہیں دیتے تھے۔ تو ان کی غلط فہمی دور ہو جائے کہ حافظ صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مختصر جواب سے ہی لاجواب کر دیتے تھے لیکن اگر ضرورت سمجھتے تو طویل بحث بھی کرتے تھے۔

(2) وہ لوگ جنہوں نے اپنے طلبہ کے اذہان کو احترام استاد کے نام سے اس قدر جامد کر دیا ہے کہ وہ سوال کا تصور گناہ اور سوال کرنا جرم عظیم سمجھتا ہے۔ وہ دیکھ لیں کہ اہل حدیث کے مدارس میں کس قدر دینی احکام پر کھلے دل سے بحث و تمحیص کی جاتی ہے تا کہ مسئلہ نکھر کر سامنے آ جائے۔

(3) اساتذہ کرام کو بھی طلبہ کی نفسیات کے مطابق ان کے سوالات کے تسلی بخش جوابات دینے چاہیں۔

(4) طلبہ کو بھی اپنے اساتذہ کا ادب و احترام ملحوظ رکھتے ہوئے علم میں اضافے کے لیے کلاس میں سوال کرنے چاہئیں اور اگر کسی موقع پر استاد محترم کوئی سخت سست بات کہہ بھی دیں تو اسے اپنی ہتک اور بے عزتی سمجھ کر علم سے ہی محروم نہیں ہو جانا چاہیے۔

اس واقعہ کے بعد مجھے یاد نہیں کہ وہ حنفی طالب علم دوبارہ کلاس میں آیا تھا کہ نہیں لیکن وہ جامعہ چھوڑ کر چلا گیا۔

خوش طبعی

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ سنجیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ خوش طبع بھی تھے اور ان کی خوش طبعی میں بھی سچائی اور سنجیدگی ہی ہوتی تھی کیونکہ اس سے ان کا مقصود کسی کی تحقیر اور بے عزتی کرنا

نہیں ہوتا تھا بلکہ ایک حقیقت ہوئی تھی جس کا وہ اس انداز سے اظہار فرمادیا کرتے تھے۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کلاس میں بیٹھتے ہوئے ایک مرعوبیت سی ہوتی تھی لیکن یک گونہ خوشی بھی ہوتی تھی کہ ہمیں یہ سبق حضرت حافظ صاحب سے پڑھنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ راقم کو حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر القران الکریم' صحیح بخاری جلد اول' شرح ابن عقیل' السراجی اور الوجیز جیسی کتابیں پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

(1) ایک دفعہ شرح ابن عقیل کا پیر تھا استاد محترم حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حکم فرمایا کہ عبارت پڑھو۔ مجھے جو پہلے ہی اپنی کم مائیگی کا احساس تھا اور پھر کلاس بھی حافظ صاحب کی۔ بہر حال میں نے عبارت پڑھنی شروع کی تو ایک جگہ پر حافظ صاحب نے سوال کر دیا کہ یہاں اعراب کیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ''کسرہ'' چونکہ وہاں اعراب تقدیری تھا' استاد محترم نے دوسرا سوال کر دیا کہ حالت کون سی ہے عرض کیا جی ''کسری'' حافظ صاحب یہ سن کر زیر لب مسکرائے۔ اور فرمانے لگے اچھا جی! حالت کسری ہے۔ اب میں مزید پریشان ہو گیا طلبہ بھی سارے میری طرف دیکھنے لگے میں نے بار بار غور کیا مگر اعراب تو کسرہ ہی تھا۔ بہر حال اسی پریشانی میں حافظ صاحب نے فرمایا۔ مولوی صاحب پڑھو حالت کسری اے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ بتا دیں تو فرمانے لگے بتانا کیا ہے؟ حالت کسری ہے اور وہ آپ بتا رہے ہیں۔ مگر کلاس کے ماحول اور حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انداز سے میں سمجھ رہا تھا کہ میں غلط بتا رہا ہوں پھر حافظ صاحب فرمانے لگے مولوی صاحب پڑھو حالت واقعی کسری ہے۔ آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں حالت جری کہہ لیں یا کسری بات تو ایک ہی ہے۔ چلو پڑھو! حافظ صاحب کی اس توضیح سے میری جان میں جان آئی اور کلاس کشت زعفران بن گی۔

(2) ایک دفعہ راقم السطور اور میرے محترم و مکرم بھائی اور دوست حافظ اشفاق الرحمٰن شجاع حضرت حافظ صاحب کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو حال احوال کے بعد باتوں ہی باتوں میں فرمانے لگے رات میں سینسرہ گورایہ (گوجرانوالہ کے قریب ایک گاؤں ہے) میں گیا درس کے بعد وہاں ایک مولانا نے سوال کیا میں نے جواب دیا تو وہ خاموش ہو گئے میں نے کہا مولوی صاحب کوئی اور بات پوچھ لو تو وہ کہنے لگے پوچھنا کیا ہے آپ تو بولنے ہی نہیں دیتے۔ میں نے کہا کہ یہ تو آپ نہ کہیں میں تو خود کہہ رہا ہوں پوچھ لو۔ انہوں نے پھر وہی بات دھرادی تو حافظ صاحب کہنے لگے مولوی صاحب الزام نہ لگائیں میں تو خود کہہ

رہا ہوں کہ پوچھ لو۔ اچھا چلو بولو۔ بولو مولوی صاحب اب تو بولو۔ اب تو میں خود کہہ رہا ہوں بولو۔ وہ مولوی صاحب پھر کہنے لگے کہ بولنا کیا ہے؟ آپ تو بولنے ہی نہیں دیتے۔ اب حافظ صاحب لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ دیکھو میں کہہ رہا ہوں ''بولو'' مگر مولوی مجھ پر الزام لگا رہے ہیں۔

قارئین دیکھیں کس قدر اس میں سچ بھی ہے اور مزاح بھی حافظ صاحب بولنے سے کیا مراد لے رہے ہیں اور مولوی صاحب کی مراد کیا ہے۔ اس وقت مجلس ماحول کیسا ہوگا جب یہ گفتگو ہو رہی ہوگی یہ حافظ صاحب کے تلامذہ بخوبی سمجھتے ہیں۔

حاضر جوابی

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے حاضر جواب تھے اور پھر جواب بھی ایسا، چچا تلا اور مختصر مگر دوٹوک ہوتا کہ سن کر اپنوں بیگانوں کے سینوں میں ''ٹھنڈ پے جاندی'' گوجرانوالہ میں اہل حدیث مدارس کی یہ روایت ہے کہ وہاں مدرسے کے شیخ الحدیث صاحب صحیح بخاری کی آخری حدیث پر درس دیتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں جس نے سارا سال کتاب پڑھائی ہے اس کا حق بنتا ہے کہ آخری حدیث بھی وہی پڑھائے۔ جب تک بڑے حافظ صاحب حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ صحت مند رہے جامعہ محمدیہ کی تقریب بخاری میں درس ان کا ہوتا تھا پھر بڑھاپے میں انہوں نے خود ہی یہ ذمہ داری شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو سونپ دی اور مولانا نے اپنی زندگی میں ہی یہ مسند حضرت محدث نور پوری کے سپرد کر دی حضرت حافظ صاحب نے گوجرانوالہ میں سب سے پہلا درس صحیح بخاری کی آخری حدیث کا 15 جنوری 1993ء کو دیا اسی سال راقم الحروف نے حضرت حافظ صاحب سے سند فراغت حاصل کی۔

(1) اس سے ایک سال قبل 1992ء میں درس حدیث تو مولانا عبداللہ صاحب نے ارشاد فرمانا تھا لیکن ان سے پہلے حضرت حافظ صاحب نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراضات کے جواب دینا تھے۔ پروگرام شروع ہوا تو حافظ صاحب نے چند اعتراض بیان کر کے جواب دیے اور پھر فرمانے لگے یہ اعتراضات اور ان کے جوابات کتابوں میں موجود ہیں وہاں سے پڑھ لینا۔ آپ میں سے کسی کے ذہن میں کوئی اعتراض ہے تو بتائے۔ گوجرانوالہ کا ایک اپنا ہی مذہبی ماحول ہے اور پھر حضرت حافظ صاحب کا ایسی کسی علمی مجلس میں شاید پہلا عام پروگرام تھا گذشتہ سالوں کی بہ نسبت احناف کے مدارس سے آنے والے سامعین علماء اور طلبہ کی تعداد کچھ زیادہ تھی۔ حافظ صاحب کی طرف سے اس کھلی آفر کے بعد ایک حنفی

طالب اٹھتا ہے اور اعتراض کرتا ہے کہ ''امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح بخاری میں باقی ائمہ سے روایت کرتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی حدیث کیوں نہیں لائے؟'' حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوال غور اور تحمل سے سنا اور پھر گویا ہوئے ''یہ اعتراض آپ امام بخاری پر نہ کریں کہ وہ صحیح بخاری میں امام ابوحنیفہ سے کوئی روایت کیوں نہیں لائے یہ آپ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھیں کہ وہ امام بخاری کے معیار پر پورا کیوں نہیں اترے۔'' الله اکبر کبیرا۔

ع۔ پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھرپور۔ فی البدیہہ اور دوٹوک جواب سن کر پھر کسی کو امام بخاری پر اعتراض کرنے کی جرات نہ ہوسکی۔ **اللھم الحق عبدک عبدالمنان بالنبیین والصدیقین والشھداء والصالحین واحشرہ فی زمرۃ المجتھدین والفقھاء الامۃ والمحدثین**

(2) استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ جب فوت ہوگئے تو ان کے بعد مرکزی جامع مسجد اہل حدیث چوک نیائیں میں مستقل خطبہ جمعہ کے لیے انتظامیہ نے حضرت حافظ صاحب نور پوری رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی مگر وہ مان نہیں رہے تھے اس سے پہلے چند ایک مجلسیں ہو چکی تھیں مگر انتظامیہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو راضی کرنے میں کامیاب نہ ہوسکی' اتفاقاً میں اپنے پیارے بھائی اور عزیز دوست مولانا سلیم اعظم بلوچ کے ہمراہ حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس دن بھی انتظامیہ کے کچھ افراد اسی سلسلہ میں آرہے تھے حضرت حافظ صاحب نے ان کے لیے پُر تکلف مگر سادہ کھانے کا اہتمام کیا تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد حاجی محمد یوسف صاحب وان سوتری والے' شیخ محمد جمیل صاحب اور ایک تیسرا ساتھی تھا جس کا نام مجھے بھول گیا ہے تشریف لائے سب سے پہلے تو انہیں کھانا پیش کیا گیا جس میں ہم بھی شریک تھے۔ اس کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ اتفاق سے اس سے پہلے راستے میں مولانا سلیم اعظم صاحب سے گفتگو کرتے ہوئے میں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ چوک نیائیں کے ممبر کے شایان شان حضرت حافظ صاحب جیسی علمی شخصیت ہی ہے لیکن پتہ نہیں جماعت کیا فیصلہ کرتی ہے؟ اب جب ہم ملاقات کے لیے پہنچے تو وہاں اس موضوع پر مجلس تھی۔ دوران گفتگو میں نے بھی عرض کیا کہ استاذ جی یہ آپ کے ہی شایان شان ہے اس لیے آپ یہ شفقت فرمائیں۔ اس بات کو حاجی یوسف صاحب نے جلدی سے اچک لیا اور کہنے لگے حافظ صاحب دیکھیں ہم ان لوگوں کو نہیں جانتے کہ یہ کہاں

سے آئے ہیں ہمارے شہر کے نہیں ورنہ ہم ان سے واقف ہوتے یہ بھی یہی بات کہہ رہے ہیں اس کا مطلب ہے کہ ساری دنیا آپ کو چوک نیائیں کے ممبر پر دیکھنا چاہتی ہے۔

تو حافظ صاحب فرمانے لگے کہ یہ مہمان ہیں شیخوپورہ سے آئے ہیں ان کو صورتحال معلوم نہیں اس لیے ان کو کوئی حق نہیں۔ پھر ہمیں مخاطب کر کے فرمانے لگے مولوی صاحب آپ مہمان ہیں آپ خاموش رہیں۔ خیر کچھ بحث' تکرار کے بعد وہ بزرگ تو یہ کہہ کر چلے گئے کہ حافظ صاحب آپ اس پر غور فرمائیں ہم دوبارہ پھر آئیں گے لیکن جو بات آپ کی حاضر جوابی کی میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دوران گفتگو حاجی یوسف صاحب جو بڑے متقی' پرہیزگار' علماء کے خدمت گذار اور تیز طرار شخص تھے انہوں نے حافظ صاحب کو قائل کرنے کے لیے ایک دلیل یہ دی کہ چوک نیائیں والی مرکزی مسجد کی یہ حیثیت ہے کہ جب مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ یونیورسٹی میں تدریس کے لیے آفر ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں اپنی مسجد چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ تو استاذ محترم حافظ صاحب فرمانے لگے' شیخ صاحب! استاد جی تو اپنی مسجد چھوڑ کر مدینے نہ جائیں تو میں اپنی مسجد چھوڑ کر چوک نیائیں کیوں جاؤں۔ پھر ہنستے ہوئے فرمانے لگے یہ تو آپ نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے۔

انتظامیہ کے جانے کے بعد پھر میں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا اور اس جگہ کی اہمیت کے متعلق کچھ عرض کیا تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ صورتحال کے متعلق بتایا جو ان کے انکار کا سبب تھی۔ بعد ازاں وہ بحمد اللہ تعالیٰ وہاں خطبہ جمعہ اور روزانہ درس قرآن مجید کے لیے تشریف لے جاتے رہے۔

تقبل اللہ مساعیہ الجمیلة

حوصلہ افزائی

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کے لیے بڑے شفیق اور ساتھیوں کے ساتھ بڑی مروت کرنے والے بزرگ تھے۔ بقول استاذی المکرم شیخ الحدیث حافظ محمد الیاس اثری حفظہ اللہ کے کہ انہیں علم کا بخار نہیں تھا۔ جب بھی کسی مسئلہ میں کوئی ضرورت پیش آتی تو بحمد اللہ تعالیٰ مکمل راہنمائی فرماتے البتہ ان کی زیادہ کوشش ہوتی کہ سائل خود ہی اس بات کو حل کرے۔

راقم الحروف کا ایک مضمون جو قربانی کے احکام و مسائل کے متعلق تھا ان کی نظر سے گزرا تو آپ نے مجھے ایک طویل خط لکھا جس میں کچھ غلطیوں کی نشاندہی کی گئی تھی۔ ان کی اصلاح کا حکم فرمایا اور کچھ

ضمون کی تنقیح وتوضیح کے لیے ارشاد فرمایا راقم نے جوابی خط لکھ کر شکریہ ادا کیا اور حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا پھر
ی سلسلہ میں چند عبارات کو حل کروانے کی غرض سے میں حاضر خدمت ہوا تو مسکرا کر فرمانے لگے شاید میں
نے تجھے پھنسایا ہے۔ پھر وہ تمام عبارتیں انہوں نے کمال شفقت سے مجھ سے ہی حل کروائیں اور ساتھ
ساتھ فرماتے جاتے کہ یہ تو آپ کو پہلے سے آتا ہے۔ بس ذرا جھجک ہی تھی۔ بار بار یہ الفاظ کہہ کر حوصلہ
فزائی کرتے رہے۔

قارئین ذی وقار! یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم ایک بہت بڑے علمی سرمائے اور مشفق ومہربان
ستی سے محروم ہوگئے آپ جیسا ولی اللہ شخص................ **اللھم اغفر له وارحمه**

جن دنوں حضرت حافظ صاحب بیمار ہوئے میرے والد محترم بھی شدید بیمار اور ہسپتال میں زیر
علاج تھے جب استاد محترم کی علالت کی خبر ملی تو مجھے اپنے والد صاحب سے زیادہ حافظ صاحب کے متعلق
تشویش تھی اور میں اپنے ابو جان سے زیادہ لوگوں کو حافظ صاحب کی صحت کے لیے دعا کا کہتا۔ برادر عزیز حافظ
عبدالرحمٰن ثانی حفظہ اللہ جو میرے کلاس فیلو بھی ہیں حافظ صاحب کے بڑے صاحبزادے ہیں ان سے رابطہ رہا
والد صاحب کی بیماری اور 23 فروری 2012ء کو ان کی وفات کی وجہ سے ہسپتال میں استاذی المکرم کی
عیادت کے لیے حاضر نہ ہوسکا۔ کہ 26 فروری کو ان کی رحلت کی خبر بجلی بن کر گری۔ نماز جنازہ میں شرکت کی تو
یک گونہ سکون ہوا کہ موت تو ہر شخص کو آنی ہے مگر مرنا بھی ایسے چاہیے کہ ہر شخص ایمان کی گواہی دے رہا ہو۔
پھر استاد محترم کا آخری دیدار جن کو بھی نصیب ہوا ہے وہ اس بات کی شہادت وگواہی دیں گے کہ ان کا چہرہ
سی طرح ہی ہشاش بشاش تھا جیسے زندگی میں تھا ظاہری طور پر موت کے آثار نہیں تھے لیکن حقیقت ہے کہ وہ
دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر چکے تھے۔

حضرت حافظ صاحب کی موت کا صدمہ ہر ہر اہل حدیث نے اپنے کسی بھی قریبی عزیز کی موت
سے بڑھ کر محسوس کیا ہے اور شاید اسی وجہ سے میں آج تک کہ جب یہ سطور لکھی جا رہی ہیں حضرت ثانی
صاحب سے تعزیتی کلمات کہنے کی جرات اور حوصلہ نہیں کرسکا کہ میں ان سے کس طرح ان کے عظیم باپ کی
وفات پر تعزیت کروں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ استاد محترم کے جنت میں درجات بلند فرمائے اور
ان کی اولاد کو ان کا صحیح جانشین بنائے ان کے اہل خانہ کی حفاظت اور دستگیری فرمائے۔ آمین ثم آمین

احباب جماعت سے گذارش

استاذی المکرم حضرت محدث نور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو کام ''ارشاد القاری'' کے نام سے

شروع کیا تھا وہ یقیناً نامکمل رہ گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اپنے دین کی خدمت کے لیے کچھ لوگوں کو خصوصی صلاحیتوں سے نوازا ہوتا ہے اس لیے یہ مشکل تو ہو سکتا ہے مگر ناممکن نہیں۔ اس سلسلہ میں میری گذارش ہے احباب جماعت سے کہ یہ کام اسی انداز اور نہج سے مکمل ہونا چاہئے لہٰذا کسی بھی صاحب علم کو یہ ذمہ داری سونپی جائے اور یہ کام مکمل کروایا جائے۔ بڑی خواہش تھی کہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ میں صرف تفسیر القرآن الکریم اور صحیح بخاری شریف پڑھایا کریں باقی سارا وقت مدرسہ کی انتظامیہ حافظ صاحب کو اس کام کی تکمیل کے لیے فارغ کردے۔ لیکن ہم تو صرف خواہش ہی کر سکتے تھے۔

مدارس کے ارباب انتظام کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنے مدرسین سے یقینی کام بھی اپنے ادارے کی طرف سے کروائیں انہی سہولت دیں۔ وقت اور وسائل مہیا کریں تا کہ زیادہ سے زیادہ تصنیفی کام ہو سکے خصوصاً جن مدارس کو مشائخ عظام کی خدمت کی سعادت حاصل ہے انہیں غنیمت جان کر اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

نیز احباب جماعت سے بھی گذارش ہے کہ کسی ایسے ادارے کی داغ بیل ڈالیں جو کمرشل بنیادوں پر نہ ہو بلکہ منہجی سوچ اور فکر کے ساتھ وہ یہ فریضہ سرانجام دے۔

تصنیف و تالیف کی صلاحیتوں سے بہرہ ور مشائخ عظام اور علماء کرام کی خدمت میں بھی بصد ادب واحترام گذارش ہے کہ وہ اس کام کو مشن سمجھ کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے شروع کریں اللہ تعالیٰ وسائل بھی مہیا فرمائیں گے اور مدد بھی۔ ان شاء اللہ

ماضی تو ماضی ہے دور حاضر میں کتنے لوگ ہیں جنہوں نے بڑے مشکل حالات میں کام شروع کیا آج اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی برکتوں سے نوازا ہے کہ ایک زمانہ رشک کرتا ہے۔ اللھم زد فزد خود حضرت محدث نور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب ارشاد القاری کا کام شروع کیا تھا تو اس کی اشاعت میں جو دشواریاں تھیں۔ استاد محترم کی خدمت میں حاضری اور دلچسپی کی وجہ سے بندہ عاجز اس سے آگاہ ہے۔ اس لیے میری ان کبار علماء سے دست بستہ گذارش ہے اور درخواست ہے کہ اپنی شفقتوں کا رخ اس طرف کیجئے یہ امت پر احسان بھی ہوگا اور آپ کے لیے بھی ان شاء اللہ صدقہ جاریہ بنے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین

اللھم وفقنا لما تحب و ترضی

☆......☆......☆